ڈاکٹر عبدالکریم

صدر شعبہ اردو،

جامعہ آزاد جموں و کشمیر، مظفرآباد

علامہ اقبال کا تصور زمان ومکان: ایک تناظر

Dr Abdul Karim

Chairman, Urdu Department,

AJK University, Muzaffarabad.

Allama Iqbal, Iqbal Studies Poetry, Urdu Poetry concept of time and space

Allama Iqbal is one of those philosphers who are aware of the value of time and space. He has emphasized on the preciousness of time. He has addressed its importance in his poetry and his english addresses known as 'Reconstruction of religious thought in Islam'. He was found of Henry Bergasan but as well muslim scholars like Imam Shafi. His art in addressing the time in poetry is unique and easy to understand but in his 'Reconstruction' is difficult to understand. I have tried to elaborate it with the help of his poetry and english sayings also. I think the concept of time and space as discussed by Allama Iqbal is not only a philosphical thought but it has a deep meaning as Iqbal has connected it with science ahd religion. His approach is practical and thats why he has linked it with his famous concept of 'khudi'.

زمان یعنی وقت جسے عربی میں دھر بھی کہتے ہیں اور مکان یا مقام جگہ کے معانی میں ہے۔اصل تصور زمان یا وقت کا ہے کہ علامہ اقبال نے اپنے نظام فکر میں اس سے کیا مطالب ومفہوم اخذ کیے ہیں۔خودی کے بعد زمان یا وقت اقبال کے مباحث فکر میں سے ہے مگر خودی اور وقت لازم وملزوم ہیں۔وقت کی اہمیت سے کون واقف نہیں؟ لیکن اس کی حقیقت کیا

ہے؟ خود اقبال نے ایک مغربی فلسفی کا مقولہ اپنے خطبات میں نقل کیا ہے۔ سینٹ آگسٹائن کہتا ہے کہ اگر مجھ سے وقت سے متعلق سوال کیا جائے تو میں اسے جانتا ہوں، لیکن اگر کوئی سوال کر بیٹھے تو یقین جانیے میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ اس دقت اور مشکل کے باوجود علامہ اقبال نے وقت کی ماہیت اور انسانی زندگی میں اس کی غیر معمولی اہمیت کو سمجھنے اور سمجھانے کی مخلصانہ اور مسلسل کوشش کی ہے۔ 'بال جبریل' کی مشہور طویل نظم 'مسجد قرطبہ' کے پہلے بند میں سلسلہ روز وشب کے کتنے ہی اسرار نہایت فنکارانہ اسلوب میں بیان ہوئے ہیں۔ یہ دن رات کا نظام، یہ صبح شام کی گردش، یہ وقت کا بہاؤ: حادثات کا نقش گر ہی تو ہے۔ واقعات اس کی کوکھ سے جنم لیتے اور اسی کی آغوش میں پرورش پاتے ہیں۔ لہٰذا زندگی اور موت کی اصل وقت کے ساتھ وابستہ ہے۔

سلسلہ ء روز وشب ، نقش گر حادثات
سلسلہ ء روز وشب ، اصل حیات و ممات
سلسلہ ء روز وشب ، تارحریر دو رنگ
جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات ۲

وقت کے دوران میں، زمانے کی رفتار کے ساتھ ہستی باری تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور تخلیق اعلیٰ کا اظہار کرتی ہے۔ میرے، آپ کے اور زندگی کے تمام امکانات کا ظہور وقت کے ساتھ ہوتا ہے۔ جوں جوں وقت گزرتا ہے، نئے نئے حالات رونما ہوتے ہیں۔ ہر زمانہ اپنے ساتھ زندگی کا نیا روپ لے کر آتا ہے۔ اس اعتبار سے دیکھیے تو تبدیلی اور ترقی وقت ہی کا دوسرا نام ہیں۔ وقت صرف ترقی وارتقاء نہیں، مرور ایام اور گردش زمانہ کے ساتھ ساتھ نکمی اور ناکارہ چیزیں صفحہء ہستی سے مٹ رہی ہیں اور طاقتور و توانا، صحیح وصحت مند اشیاء آگے بڑھتی اور استحکام حاصل کرتی چلی جاتی ہیں۔ گویا وقت اور زندگی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ وقت نہ ہو، وقت آگے نہ بڑھے تو زندگی ایک مقام پر رک کر موت کے گھاٹ اتر جائے۔

سلسلہ ء روز وشب ، ساز ازل کی فغاں
جس سے دکھاتی ہے ذات زیر و بم ممکنات
تجھ کو پرکھتا ہے یہ ، مجھ کو پرکھتا ہے یہ
سلسلہ ء روز وشب ، صیرفئی کائنات
تیرے شب و روز کی اور حقیقت ہے کیا
ایک زمانے کی رو ، جس میں نہ دن ہے نہ رات ۳

'بال جبریل' کی ایک اور نظم 'زمانہ' ہے۔ یہ گویا وقت کی کہانی اسی کی زبانی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ فنا آفریں ہاتھ سے وہی شے بچ سکتی ہے جس میں تخلیق وخیر کی استعداد بدرجہء اتم موجود ہو۔ وقت کسی کی رورعایت نہیں کرتا۔ جس کا عمل تعمیری ہے، جو ہر وقت صحیح کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے: فروغ پاتا ہے۔ مگر جس میں یہ قابلیت نہیں ہوتی یا نہیں رہتی، جو جذبہء تعمیر وتخلیق سے عاری ہو یا ہو جاتا ہو: وقت کا ریلہ اس کی غیر مفید اور بے کار ہستی کو مٹا دیتا ہے۔

جو تھا نہیں ہے، جو ہے نہ ہوگا، یہی ہے اک حرف محرمانہ

قریب تر ہے نمود جس کی ، اسی کا مشتاق ہے زمانہ
مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیح روز وشب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ ۴

نظم 'زمانہ' کے آخر میں علامہ اقبال نے مغربی تہذیب کے زوال کی پیش گوئی کی ہے۔جس نے زندگی کو جواری کا کھیل سمجھ رکھا ہو، جو ارتقائے حیات میں رکاوٹ بن رہی ہو: وقت اسے کیونکر معاف کرسکتا ہے۔

جہان نو ہو رہا ہے پیدا ، وہ عالم پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی مقامروں نے ، بنا دیا ہے قمار خانہ ۵

محمد اقبال نے اپنی طویل مثنوی 'اسرار خودی' میں نظریہ زماں پر بحث کی ہے۔آپ نے گفتگو کا آغاز امام شافعی کے ایک قول سے کیا ہے۔امام کے اس قول میں وقت کو تیغ اصیل سے تشبیہ دی گئی ہے۔اقبال لکھتے ہیں کہ امام نے کیا پتے کی بات کی ہے۔وقت واقعی چمکتی ہوئی تلوار ہے اور یہ تلوار جس شخص کے ہاتھ میں ہوگی ، زمانہ اسی کے پیچھے اور اسی کے قبضے میں ہوگا۔ایسے صاب سیف کی قوت کی کیا پوچھتے ہو؟ موسیٰؑ کے ہاتھ میں یہی تلوار تو تھی۔اسی کے بل پر انھوں نے فرعون سے ٹکر لی، چٹانوں سے چشمے بہائے اور دریاؤں کو خشک کر ڈالا۔حضرت علیؓ اسی تلوار کے زور سے خیبر شکن کہلائے۔یہ تلوار میرے اور آپ کے ہاتھ میں کیونکر آ سکتی ہے؟اس کی شرط اول یہ ہے کہ ہم وقت کی حقیقت جاننے کی کوشش کریں اور اس کے بارے میں کسی غلط فہمی، کسی توہم پرستی، کسی لغزش فکر کا شکار نہ ہوں۔

جو لوگ وقت کو ایک سیدھی لکیر اور ایک خط مستقیم خیال کرتے ہیں کہ جس پر قیامت تک کے واقعات درج ہیں اور اسے ماضی، حال اور مستقبل میں بانٹ کر اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے دیکھنے کے عادی ہیں، وہ وقت کی حقیقت اور اس کی تخلیقی قوتوں کے محرم نہیں ہوسکتے۔یہی وہ لوگ ہیں جو تقدیر پرستی کے مہلک مرض میں گرفتار ہوتے ہیں۔وقت کے خط پر قیامت تک کا ایک ایک واقعہ، ایک ایک حادثہ، ایک ایک سانحہ پہلے سے ثبت اور پتھر پر لکیر نہیں کہ اس کی ناگزیری کے سامنے ہم ، آپ اور خود زمانہ بے بس اور مجبور ہوں اور اپنی مرضی ، اپنی کوشش اور اپنی آرزو کے مطابق کچھ بھی نہ کرسکیں۔نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہے۔وقت کا ایک ظاہری اور طبیعی پہلو ہے جس کو ہم اپنی سہولت کے لیے ماضی، حال اور مستقبل یا صبح، دوپہر اور شام کا نام دیتے ہیں اور اس طرح کے تسلسل کو بانٹ کر اپنے معمولات کا تعین کرتے ہیں۔یہ وقت کا ظاہر ہے جس سے اس کا باطن متاثر نہیں ہوتا۔

سبز بادا خاک پاک شافعی
عالمے سرخوشی زتاک شافعی
فکر او کوکب زگردوں چیدہ است
سیف براں وقت را نامیدہ است
درکف موسیٰؑ ہمی شمشیر بود
کار او بالاتر ازتدبیر او
پنجہء حیدرؓ کہ خیبر گیر بود
قوت اواز ہمی شمشیر بود ۶

وقت کا باطن انسان کے باطن کی طرح زبردست تخلیقی اور انقلابی صلاحیت رکھتا ہے اور اس کی قوتوں سے وہی شخص کام لینے کے قابل ہوتا ہے جو پہلے اپنے باطن میں جھانکے اور اپنے اندرون کو قبضے میں لائے۔ جو انسان اپنے من میں ڈوب کر زندگی کو جاننے اور اس کو مسخر کرنے میں کامیاب ہوتا ہے، وقت کی تخلیقی قوت اس کے ہاتھ کی تلوار بن جاتی ہے۔ پھر وہ شخص چاہے تو تاریخ کا رخ بدل دے، واقعات کا دھارا پلٹ دے۔ اس کے عزم و عمل کے سامنے کوئی شے ٹھہر نہیں سکتی۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ اقبال نے وقت کا ایک ایسا تصور پیش کیا ہے جس کی بدولت انسان تقدیر پر قابو پا سکتا ہے۔ صاحب عزم و عمل انسان وقت کی قوت سے کام لے کر انفرادی اور اجتماعی تقدیر کی صورت گری کرتا ہے۔ انسان تقدیر کے سامنے بے بس اور مجبور محض نہیں ہے۔ وقت کی تلوار ہاتھ میں لے کر وہ صاحب اختیار بن سکتا ہے۔ ؎

عبث ہے شکوۂ تقدیر یزداں
تو خود تقدیر یز داں کیوں نہیں ہے ۸
ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کار کشا، کارساز ۹
خدائے لم یزل کا دست قدرت تو ، زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے ۱۰
برہنہ سر ہے تو ، عزم بلند پیدا کر
کہ یاں فقط سر شاہیں کے واسطے ہے کلاہ ۱۱

وقت ایک جاوداں حقیقت ہے مگر خورشید جاوداں نہیں۔ اقبال کی نظر میں یہ جاوداں حقیقت ہمارے ضمیر کی پیداوار ہے۔ جو وقت سے آگاہ ہو جاتا ہے، اس کی ہستی میں سحر کی تابانی پیدا ہو جاتی ہے۔ زندگی زمانہ ہے اور زمانہ زندگی ہے اور نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ 'زمانے کو برا نہ کہو'۔

وقت ما کو اول و آخر ندید از خیابان ضمیر ما دمید
زندگی ار دہر و دہر از زندگی است
لاتسبوا الدہر فرمان نبیؐ است ۱۲

وقت کی ماہیت پر روشنی ڈالنے کے بعد اقبال محکوم و آزاد میں فرق بیان کرتے ہیں۔ محکوم وہ نہیں جس کا جسم و جان کمزور ہے یا جس نے علم کم سیکھا ہے یا دولت زیادہ نہیں کمائی۔ محکوم دراصل وہ ہے جو وقت کے ہاتھوں پٹ گیا اور آزاد وہ ہے جو وقت کی قوتوں سے نبرد آزما ہو کر ان پر غالب آیا۔ محکوم گردش لیل و نہار میں سرگرداں ہے مگر آزاد؟ آزاد کے سامنے سارا عالم سرگرداں ہے اور اس کے اشارے پر گردش کرتا ہے۔ محکوم دام صبح و شام میں صید زبوں ہے جو دم مارنے کی مجال نہیں رکھتا لیکن آزاد کا سینہ خود ایک قفس ہے جس میں طائر دوراں گرفتار ہوتا ہے۔ غلام کے لیے سلسلۂ ایام بس ایک زنجیر ہے جس میں جکڑا ہوا وہ تقدیر کا رونا روتا ہے۔ مگر آزاد کی ہمت قضا کی مشیر اور راز دان ہوتی ہے اور اس کے ہاتھ سے حادثات صورت پزیر ہوتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ کیا وجہ ہے کہ آزاد ہاتھ تو دست قدرت کا کام کرتا ہے مگر محکوم

حادثات کے سیل رواں میں خس وخاشاک کی طرح بے اثر ہوتا ہے؟ اقبال کا جواب یہ ہے کہ وقت شناسی کا تعلق انسانی قلب کی گہرائیوں سے ہے۔ جو شخص اپنے آپ میں ڈوب گیا، اس نے راز زندگی اور حقیقت زماں کو پالیا: وہی کامیاب و کامران ہے۔

عبد را ایام زنجیر است و بس برلب او حرف تقدیر است و بس
ہمت حر با قضا گردد مشیر حادثات از دست او صورت پزیر
نغمہء خاموش دارد ساز وقت
غوطہ درد دل زن کہ بنبی راز وقت[۱۳]

وقت کے متعلق بعض افراد کا نظریہ ہے کہ وہ گول دائرے کی صورت میں حرکت کرتا ہے۔ یہی لوگ ہیں جن کا فرمان ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دھراتی ہے۔ یہ نظریہ بھی ترقی وارتقاء کے راستے میں اسی طرح رکاوٹ بن سکتا ہے جس طرح یہ خیال کہ قیامت تک کے واقعات وقت کی کتاب میں پہلے سے درج اور ثبت ہیں، جنہیں مٹایا یا تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ اقبال کے مطابق وقت کولھو کے بیل کی طرح چکر نہیں کاٹ رہا ہے کہ نسل آدم جہاں سے چلی تھی، ایک مقررہ وقت کے بعد پھر وہیں پہنچ جاتی ہے۔ وقت کی حرکت ارتقائی و تخلیقی ہے۔ وقت پیہم اور مسلسل آگے بڑھ رہا ہے اور اس کے عمل میں بے پناہ قدرت ہے۔ وہ تکرار پسند نہیں: تو آفریں اور تازہ کار ہے۔

علامہ محمد اقبال نے اپنے خطبات میں زمان ومکاں کے مسئلے پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اپنے دوسرے خطبے 'روحانی واردات کی فلسفیانہ پرکھ' میں 'مادہ کیا ہے؟' پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ عالم مادی کا مطالعہ طبعیات کے دائرے میں آتا ہے۔ سائنسی مادہ پرستی پر کاری ضرب ممتاز سائنسدان آئن سٹائن کے ہاتھوں لگی۔ بقول برٹرینڈ رسل 'نظریہ اضافیت نے مکان کو زمانی مکان میں بدل کر روایتی تصور مادہ کو وہ نقصان پہنچایا ہے جو فلسفیوں کے مجموعی دلائل بھی نہ پہنچا سکتے تھے۔ عام سوجھ بوجھ میں مادہ وہ چیز ہے جو زمان میں قائم رہتا اور مکان میں حرکت کرتا ہے۔ لیکن جدید اضافی طبعیات نے اس نظریے کو جھٹلا دیا ہے۔ مادے کا وہ ٹکڑا atom اب بدلتی ہوئی کیفیات والی کوئی قائم و برقرار شے نہیں، بلکہ باہم مربوط وقوعات کا نظام ہے۔ یوں مادے کا پرانا ٹھوس پن غائب ہوا اور اس کے ساتھ ہی یہ اصرار بھی کہ مادہ پرست کے نزدیک تیز خرام خیالات کے مقابلے میں مادہ زیادہ حقیقی تھا۔[۱۴]

مادے کے جدید تصور سے بات فطرت کی ماہیت تک پہنچی۔ پروفیسر وائٹ ہیڈ نے موقف اختیار کیا کہ فطرت کسی غیر متحرک خلا میں موجود کوئی جامد واقعہ نہیں بلکہ وقوعات کا تانا بانا ہے جس میں ایک مسلسل خلاقانہ بہاؤ ہے اور جب ذہن اسے سمجھنے کی خاطر ساکن حصوں میں بانٹتا ہے تو ان کے باہمی رشتوں سے زمان ومکان کے تصورات پھوٹتے ہیں۔ آئن سٹائن نے ثابت کیا کہ مکان حقیقی ہے مگر مشاہد کی نسبت سے اضافی۔ اس نے مکان مطلق کے تصور کو مسترد کر دیا جسے نیوٹن نے پیش کیا تھا۔ آئن سٹائن نے کہا، جس چیز کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، اس

کا پھیلاؤ، شکل اور وزن مشاہد کی پوزیشن اور اختیار کے ساتھ بدل جاتے ہیں۔حرکت اور سکون بھی مشاہد کے تعلق سے اضافی ہیں۔ الغرض اس موقف سے مادے کے قائم بالذات ہونے کا تصور اور مکان مطلق کا تصور پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ ۱۵؎

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ پروفیسر وائٹ ہیڈ اور آئن سٹائن کے علمی اکتشافات سے ہمیں دو نتیجے حاصل ہوئے ہیں۔

۱۔ مادے کا وہ تصور جس نے کلاسیکی طبعیات کے لیے مادہ پرستی کی بنیاد مہیا کی تھی، تباہ ہو گیا ہے۔

۲۔ اب مکان مادے پر منحصر قرار پایا ہے۔ ۱۶؎

اقبال نے اپنے اس خطبے میں ہنری برگساں کے تصور زمان سے بھی بحث کی ہے تاہم وہ پہلے قرآن کی بذیل آیات بیان کرتے ہیں:۔

'یقیناً دن اور رات کے انقلابات یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور خدا نے زمین و آسمان میں جو کچھ پیدا کیا ہے، متقیوں کے لیے نشانیاں ہیں'۔

'اللہ ہی کے حکم سے دن اور رات یکے بعد دیگرے آتے ہیں تاکہ لوگ خدا کی ہستی پر تفکر کریں اور شکر گزار ہوں'۔

'کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ دن اور رات کو یکے بعد دیگرے لاتا ہے اور شمس و قمر اس کے مقرر کردہ قانون کے مطابق اپنی مقررہ منزلوں کی طرف دوڑ رہے ہیں'۔

'یہ اللہ ہی کی مرضی سے ہے کہ دن اور رات یکے بعد دیگرے آتے ہیں': 'دن اور رات کا یکے بعد دیگرے آنا اس کی طرف سے ہے'۔ ۱۷؎

بلاشبہ مظاہر کائنات میں واقعات زمانے کے اندر ظہور پزیر ہوتے ہیں اور کائنات قائم بالزمان ہے، لیکن کائنات کیونکہ ہمارے نفس سے خارج ہے، اس لیے اس کی حقیقت کے متعلق شک پیدا ہو سکتا ہے۔ برگساں کہتا ہے کہ میں اپنے شعور پر نظر ڈالتا ہوں تو یہ جانتا ہوں کہ وہ ایک حالت کو عبور کر رہا ہے۔ کبھی گرمی کا احساس ہوتا ہے، کبھی سردی کا: کبھی خوش ہوں، کبھی ناخوش: کبھی باکار ہوتا ہوں، کبھی بے کار: کبھی گردوپیش پر نظر ڈالتا ہوں اور کبھی کچھ اور سوچنے لگتا ہوں۔ محسوسات، تاثرات ارادے اور تصورات۔ میری زندگی انہی تغیرات میں بٹی ہوئی ہے اور انہی کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ ایک مسلسل تغیر کا احساس ہے۔ پس میری باطنی زندگی میں کسی حالت کو قرار نہیں۔ حالتوں کا ایک مسلسل بہاؤ ہے، جس میں کہیں ٹھہراؤ نہیں، مگر مسلسل تبدیلی کا تصور وقت کے بغیر ممکن نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ شعوری وجود کے معانی حیات فی الزمان ہیں۔

شعور کے تجربے کو اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ نفس اپنی باطنی زندگی میں مرکز سے باہر کی طرف حرکت کرتا ہے اور اس کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک نفس مستعد (نفس فعال) اور دوسرا نفس حق شناس (قدر شناس)۔ نفس مستعد کا تعلق دنیائے مکان اور نفس حق شناس کا تعلق دنیائے زمان سے ہوتا ہے۔ یہاں ہم وقت کا تصور ایک سیدھی لکیر کی طرح کر سکتے ہیں، جس کے مختلف نقطوں پر مختلف واقعات ظہور پزیر ہوتے ہیں لیکن برگساں کے نزدیک اس نوع کا وقت حقیقی وقت نہیں ہوتا۔ مکان آلودہ وقت میں زندگی جعلی سی ہوتی ہے۔ روزمرہ کی خارجی زندگی

میں کھو جانے کے باعث ہمارے لیے نفس حق شناس کی کوئی جھلک دیکھ لینا نہایت دشوار ہو جاتا ہے۔

> بیرونی دنیا کی خواہشات کی تلاش میں ہم گویا اپنے نفس حق شناس کے اردگرد شر کا ایک جال بن لیتے ہیں۔جس سے وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔یوں لگتا ہے کہ نفس حق شناس کا زمان ایک واحد 'آن' ہے اور یہ وہ خالص زمان ہے جو مکان آلود نہیں۔۱۸

قرآن نے دو زمانوں کا تذکرہ کیا ہے:'اس اللہ پر ایمان لاؤ جو زندہ ہے اور جس کے لیے موت نہیں اور اس خالق کی حمد کرو جس نے چھ دن میں زمین و آسمان اور ان کے درمیان سب اشیاء کو پیدا کیا۔پھر وہ اپنے عرش پر متمکن ہو گیا: وہ رحیم ہے'۔قرآن میں ہے کہ اللہ کا ایک دن ہمارے ہزار سال کے برابر ہے۔طبیعی سائنس کے مطابق ہمیں جو سرخ رنگ دکھائی دیتا ہے، وہ روشنی کی لہروں کے اس ارتعاش کا نتیجہ ہے جس کی سرعت کی رفتار چار کھرب میل فی سیکنڈ ہے اور جس کا مشاہدہ بحساب دو لاکھ ارتعاشات فی سیکنڈ اگر خارج سے کیا جائے، جو ادراک نور کی آخری حد ہے تو ان کی گنتی میں چھ ہزار برس صرف ہوں گے۔لیکن ادراک کے اس آنی فعل میں جس کا تعلق نفس انسانی سے ہے، ہم روشنی کی لہروں کے اس ارتعاش کو فوراً دیکھ لیتے ہیں۔

> اس سے کچھ اندازہ ہو سکتا ہے کہ خارجی زمان کی طویل مدت کو ذہن کس طرح زمان خالص کے اندر لے جاتا ہے۔نفس حق شناس کم و بیش نفس مستعد کے لیے اصلاح کنندہ ہے، کیونکہ وہ زمان و مکان کی چھوٹی چھوٹی تبدیلیوں کو جو نفس مستعد کے لیے ناگزیر ہیں، شخصیت کے ایک مضبوط کل میں سمو دیتا ہے۔اس طرح ہمارے شعوری تجربے کے عمیق تجزیے کی رو سے زمان خالص کوئی الگ الگ اور رجعت پزیر لمحات کا تار نہیں، بلکہ ایک ایسا جاندار کل ہے جس میں ماضی کہیں پیچھے نہیں رہ گیا ہوتا، بلکہ ساتھ ساتھ حرکت کر کے حال میں موثر کردار انجام دیتا ہے اور مستقبل آگے پڑی ہوئی کوئی چیز نہیں جس کو ابھی ہمیں عبور کرنا ہے، بلکہ وہ ایک کھلے امکان کے طور پر موجود ہے۔۱۹

علامہ محمد اقبال نے مسئلہ زمان و مکان کو اپنے پانچویں خطبے کا موضوع بھی بنایا ہے۔علامہ فرماتے ہیں کہ یونانی منطق کی تردید کے بعد مسلمان حکماء کا دوسرا بڑا کارنامہ ان کے وہ تصورات ہیں جو انھوں نے زمان و مکان کی حقیقت کے بارے میں پیدا کیے۔یونانیوں کا مقصود نگاہ تناسب تھا، مسلمانوں کا نصب العین لامحدود تھا۔یونانی کائنات کو ساکن و جامد اور مکمل مانتے تھے لیکن مسلمان مفکرین اس بات کے قائل تھے کہ کائنات ابھی بن رہی ہے، یعنی ان کی نگاہیں 'کون' کے بجائے 'تکوین' پر تھیں اور اب یہی تصور جدید سائنس کا ہے۔اقبال کہتے ہیں کہ عراقی کے نزدیک مکان کی تین قسمیں ہیں: ایک وہ جس کا تعلق مادی اشیاء سے ہے، دوسرا وہ جو غیر مادی اشیاء سے متعلق ہے اور تیسرا ذات الٰہیہ سے نسبت رکھتا ہے۔لیکن پھر اس نے مادی اشیاء کو مزید تین اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

اول: بڑے بڑے اجسام کا مکان جس میں ہم وسعت اور پہنائی کا اثبات کرتے ہیں اور جس میں حرکت کے لیے وقت کی ضرورت ہے۔

دوم: لطیف اجسام کا مکان ہے مثلاً ہوا اور آواز کا۔

سوم: نور یا روشنی کا مکان۔

روشنی کی رفتار کے سامنے وقت صفر رہ جاتا ہے۔ اس طرح عراقی نے اختصار کے ساتھ اس مکان کی وضاحت کی ہے جس کا تعلق غیر مادی ہستیوں جیسے فرشتوں سے ہے۔ عراقی کے نزدیک حرکت کیونکہ نقص کی علامت ہے، اس لیے یہ صرف روح ہے جس کو مکان سے آزادی کا آخری مرتبہ حاصل ہے۔ لہٰذا ہم اسے متحرک کہیں گے نہ ساکن۔ تاہم عراقی اپنے نظریات کو ثابت نہ کر سکا کہ اس کا رجحان بھی ارسطو کے نظریات کی جانب کائنات کو ساکن ثابت کرنا تھا۔ ۲۰

بقول خلیفہ عبدالحکیم 'زندگی وقت میں نہیں گزرتی بلکہ وقت زندگی کی تخلیقی قوت ہے۔ گردش خورشید سے پیدا ہونے والا وقت مکانی اور مادی ہے۔ حقیقی وقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ لیل ونہار کا شکار غلام ہوتا ہے۔ زندگی جب مردہ ہو جاتی ہے تو وہ لیل ونہار کا کفن پہن لیتی ہے اور انسان افسوس کرتا ہے کہ عمر گراں مایہ کے اتنے ایام گزر گئے اور گردش ایام مجھے موت کے قریب لے جا رہی ہے۔ اقبال مسئلہ زمان کو اس لیے اہمیت دیتے ہیں کہ اس کے ہاں عبد اور حر کی تمیز کا معیار ہی یہی ہے کہ کوئی روح ایام کی زنجیر سے پابجولاں ہے یا مکانی وقت سے آزاد ہو کر اور حقیقی زمان میں غوطہ لگا کر تسخیر مسلسل اور خلاقی کا شغل رکھتی۔ ازل سے ابد تک بنی ہوئی تقدیر کا تصور بھی زمان کے غلط تصور کی پیداوار ہے۔ ۲۱

'زبور عجم' میں اقبال فرماتے ہیں کہ اس کائنات کے زمان و مکان دونوں اضافی ہیں۔ زمین و آسمان اعتباری ہیں۔ ہم اپنے اندر زمان کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور مہ و سال اور شب و روز پیدا کر لیتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک وقت ایک بسیط آن واحد ہے، وہ ماضی، حال اور مستقبل میں منقسم نہیں۔ مہ و سال کی کوئی حیثیت نہیں کہ قیامت کے روز جب کفار سے پوچھا جائے گا کہ تم دنیا میں کتنا عرصہ رہے تو وہ کہیں گے کہ ایک دن یا اس سے کم۔ یہ مکان جسے تو دیکھتا ہے محض ایک مشت خاک ہے، مگر یہ ذات پاک کی سرگزشت کا ایک لمحہ ہے۔

زمانش ہم مکانش اعتباری است
زمین و آسمانش اعتباری است
مجو مطلق دریں دیر مکافات
کہ مطلق نیست جز نورالسمٰوات ۲۲
خرد در لامکاں طرح مکان بست
چو زنارے زماں را بر میاں بست
زماں را در ضمیر خود ندیدم
مہ و سال و شب و روز آفریدم
مہ و سالت نمی ارزد بیک جو

بحرف 'کمر بشتہ' غوطہ زن شو ۲۳
کہن دیرے کہ بینی مشت خاک است؟
دمے از سرگزشت ذات پاک است ۲۴

حوالہ جات

۱۔ محمد اقبال، 'تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'، نذیر نیازی، سید (مترجم)، لاہور: بزم اقبال، بار پنجم، ۲۰۰۰ء، ص ۱۰۴

۲۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، بار سوم، ۱۹۹۶ء، ص ۳۸۵

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً، ص ۴۲۱

۵۔ ایضاً، ص ۴۲۲

۶۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (فارسی)، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، بار اول، ۱۹۹۲ء، ص ۱۶۸

۷۔ محمد عثمان، اقبال کا فلسفہ خودی، لاہور: مکتبہء جدید، طبع جدید، ۱۹۷۱ء، ص ۱۰۲

۸۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص

۹۔ ایضاً، ص ۴۱۲

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۶۹

۱۱۔ ایضاً، ص ۲۴۸

۱۲۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (فارسی) جلد اول، ص ۱۷۰

۱۳۔ ایضاً، ص ۱۷۴

۱۴۔ محمد عثمان، پروفیسر، فکر اسلامی کی تشکیل نو، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، بار اول، ۱۹۸۵ء، ص ۵۷

۱۵۔ محمد اقبال، 'تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'، نذیر نیازی، سید (مترجم)، ص ۷۸

۱۶۔ ایضاً، ص ۸۰

۱۷۔ ایضاً، ص ۹۱

۱۸۔ ایضاً، ص ص ۶۰۔۶۴

۱۹۔ برہان احمد فاروقی، اقبال کا تصور زمان و مکان، مشمولہ در 'منتخب مقالات (مرتب: ڈاکٹر وحید قریشی)، لاہور: اقبال
اکادمی پاکستان، بار اول، مارچ ۱۹۸۳ء، ص ص ۱۲۶۔۱۳۰

۲۰۔ عشرت حسن انور، Metephysics of Iqbal، مترجم: ڈاکٹر شمس الدین صدیقی، اقبال کی مابعد الطبعیات، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، بار اول، ۱۹۷۷ء، ص ص ۵۰۔۵۵

۲۱۔ خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، فکر اقبال، لاہور: بزم اقبال، بار ہفتم، ۱۹۹۲ء، ص ص ۳۵۷۔۳۵۸

۲۲۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (فارسی) جلد دوم، ص ۱۱۰۰

۲۳۔ ایضاً،ص ۱۱۰۱

۲۴۔ ایضاً،ص ۱۱۰۳

فہرست اسناد محولہ

☆ برہان احمد فاروقی، اقبال کا تصور زمان و مکان، مشمولہ در 'منتخب مقالات (مرتب: ڈاکٹر وحید قریشی)، لاہور: اقبال

اکادمی پاکستان، بار اول، مارچ ۱۹۸۳ء

☆ خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، فکر اقبال، لاہور: بزم اقبال، بار ہفتم، ۱۹۹۲ء

☆ عشرت حسن انور، Metephysics of Iqbal، مترجم: ڈاکٹر شمس الدین صدیقی، اقبال کی مابعدالطبعیات

، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، بار اول، ۱۹۷۷ء

☆ محمد اقبال، 'تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'، نذیر نیازی، سید (مترجم)، لاہور: بزم اقبال، بار پنجم، ۲۰۰۰ء

، کلیات اقبال (اردو)، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، بار سوم، ۱۹۹۶ء

، کلیات اقبال (فارسی): اول، دوم، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، بار اول، ۱۹۹۲ء

☆ محمد عثمان، اقبال کا فلسفہ خودی، لاہور: مکتبہ جدید، طبع جدید، ۱۹۷۱ء

، فکر اسلامی کی تشکیل نو، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، بار اول، ۱۹۸۵ء